تحقیق و تنقید

مولانا محمد رمضان سلفی

منکرینِ حدیث کی عربی زبان سے ناواقفی

ہفت روزہ "اہلحدیث" میں چھپنے والے درود "صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم" پر رسالہ "طلوعِ اسلام" کو بڑی دیر سے اس لیے اعتراض ہے کہ اس درود میں ایک نحوی قاعدے کی مخالفت کی جا رہی ہے۔ کیونکہ اس میں حرفِ جر "علیٰ" کو دہرائے بغیر اسمِ ظاہر کا ضمیر مجرور پر عطف ڈالنا فحش غلطی ہے ـــــ "اہلحدیث" نے لکھا بھی کہ دراصل بات آپ نہیں سمجھے، اس لیے جس درود کو آپ نے غلط بتایا ہے وہ درست ہے۔ لیکن طلوعِ اسلام نے بعنوان "اہل حدیث علماء کا مبلغ علم" یہ اصرار کیا کہ ہم نے آپ کی غلطی کی اصلاح کر دی ہے، اس لیے ہمارا شکریہ ادا کیجئے! ـــــ ساتھ ہی اس سلسلہ میں امام سیبویہ کی ایک عبارت کا حوالہ بھی دیا اور "اہلحدیث" کو لتاڑا کہ اس نے امام مذکور کا صرف ایک شعر نقل کر دیا، لیکن اصل بحث پر پردہ ڈال کر دیانتداری کا خون کیا ہے۔

ہم نے اب تک اس نحوی قاعدے پر خامہ فرسائی کی ضرورت اس لیے محسوس نہ کی کہ یہ قاعدہ علمائے کرام کے درمیان مختلف فیہ رہا ہے۔ چنانچہ تمام کوفی نحاۃ کے علاوہ کئی بصری نحوی ایسے بھی ہیں جو کہ ضمیر مجرور پر اسمِ ظاہر کے عطف کو، حرفِ جر دہرائے بغیر جائز قرار دیتے ہیں۔ اور اسی قول کو قرآنِ کریم کی متعدد آیات کی تائید بھی حاصل ہے، اگرچہ اکثر بصری نحویوں کے ہاں یہ عطف، شعری ضرورت کے بغیر جائز نہیں ہے۔

مگر چونکہ "طلوعِ اسلام" نے عطف کے اس مسئلہ کو بہت اچھال رکھا ہے، اور

لے یعنی ان کے نزدیک "صلّی اللہ علیہ وعلیٰ آلہ وسلم" تو درست ہوگا لیکن حرفِ جر "علیٰ" کو دہرائے بغیر "صلّی اللہ علیہ وآلہ وسلم" لکھنا غلط ہے۔

مذکورہ درود میں "آلہٖ" کے لفظ کے اضافہ کی بناء پر اس نے "اہلحدیث" کو اہلِ سنت کے درود کی بجائے اہلِ تشیع کا درود استعمال کرنے کا طعنہ دیا ہے ــــ ساتھ ہی ساتھ تمام "اہلحدیث علماء کے مبلغ علم" کو چیلنج بھی کیا ہے۔ اس لیے ہم نے ضروری سمجھا کہ اس نحوی قاعدہ میں نہ صرف اختلاف کو حل کیا جائے اور اس بارہ میں دلائل کے اعتبار سے صحیح مذہب کو منظرِ عام پر لایا جائے بلکہ اس سلسلہ میں "طلوعِ اسلام" کی جہالت کے چند نمونے بھی قارئین کی خدمت میں پیش کردیں تاکہ خود "طلوعِ اسلام" بھی اس آئینے میں اپنا چہرہ دیکھ سکے۔

مارچ ۸۶ء کے "طلوعِ اسلام" کے علاوہ جولائی ۸۵ء کے شمارہ ۷، (جلد ۳۸) میں بھی اس نے یہ بحث چھیڑی ہے۔ چنانچہ "احکام القرآن" کے مصنف چوہدری نذر محمد پر تنقید کرتے ہوئے اس نے لکھا ہے:

"مصنف عربی زبان، جو کہ قرآنِ مجید کی زبان ہے، سے قطعاً نابلد معلوم ہوا۔ اس لیے نبی صلعم پر درود کے لیے ایسے الفاظ استعمال کرتا ہے جو عربی گرامر کے مطابق غلط ہیں، وہ درود ان الفاظ میں لکھتے ہیں:

صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَآلِہٖ وَسَلَّمَ

عربی زبان کا مشہور قاعدہ ہے کہ حرفِ جار کا عطف صرف اسم ظاہر پر ہوتا ہے۔ یعنی "علیہ" کی ضمیر "ہ" کی بجائے اگر "محمد" کا لفظ ہوتا تو پھر تو یہ درود، عربی زبان کے مطابق ٹھیک قرار پاتا۔ لیکن یہاں اسم ظاہر "محمد" کی بجائے ضمیر "ہ" ہے اس لیے قاعدے کے مطابق حرفِ جار دوبارہ لانا پڑتا ہے جیسے

صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَعَلٰی آلِہٖ وَسَلَّمَ!"

(شمارہ مذکور صـ۱)

قارئینِ کرام اگر خط کشیدہ الفاظ پر معمولی سا غور فرمائیں تو انہیں معلوم ہوگا کہ ادارہ طلوعِ اسلام اس نحوی قاعدہ کو سمجھنے سے ہی قاصر رہا ہے ــــ چاہیے تھا کہ اس قاعدے کی تعبیر یوں ہوتی:

"ضمیر مجرور پر اسمِ ظاہر کا عطف صرف حرفِ جار کے اعادہ کے ساتھ ہوتا ہے!"

کیونکہ اس عطف میں حرفِ جر کا اعادہ ہی توزیرِ بحث ہے۔ ورنہ جن الفاظ سے اس قاعدے کی ترجمانی کی گئی ہے، اس سے تو خود انہی نے اس چیز کی نفی کر دی جسے وہ ثابت کرنا چاہتے ہیں۔ اس لیے کہ کلمۂ حصر "صرف" کے ساتھ اس قاعدہ کو ذکر کرتے ہوئے یہ کہنا کہ "حرفِ جار کا عطف صرف اسمِ ظاہر پر ہوتا ہے" اس حصر سے تو یہ مترشح ہو رہا ہے کہ حرفِ جار کے ساتھ عطف ضمیر مجرور پر نہیں ہو سکتا، صرف اسمِ ظاہر پر ہی ہو سکتا ہے۔ حالانکہ مذکورہ درود کے الفاظ میں جب آپ معطوف پر حرفِ جار "عَلٰی" لا کر کہیں گے "صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَ عَلٰی آلِہٖ وَسَلَّمَ" تو یہ صحیح ہو گا باوجودیکہ اس میں عطف اسمِ ظاہر پر نہیں ہے بلکہ ضمیر مجرور پر ہے، لیکن کلمۂ حصر "صرف" کے تحت جو آپ کو گوارا نہیں ہے — پھر "صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَ عَلٰی آلِہٖ وَسَلَّمَ" آپ کے نزدیک یہ صحیح کیونکر ہو گیا؟ چنانچہ آپ کی تعبیر کے مطابق "صَلَّی اللّٰہُ عَلٰی مُحَمَّدٍ وَ عَلٰی آلِہٖ وَسَلَّمَ" تو صحیح ہو گا، لیکن "صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَ عَلٰی آلِہٖ وَسَلَّمَ" صحیح نہیں ہو سکے گا۔ کیونکہ اس میں حرفِ جار کے ساتھ عطف اسمِ ظاہر پر نہیں ہے! اگر بات اب بھی سمجھ میں نہ آئی ہو تو ہم دوبارہ عرض کیے دیتے ہیں کہ ایک طرف تو آپ یہ فرماتے ہیں کہ "حرفِ جار کا عطف صرف اسمِ ظاہر پر ہوتا ہے" اور دوسری طرف آپ "صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَعَلٰی اٰلِہٖ وَسَلَّمَ" کو صحیح قرار دے رہے ہیں۔ حالانکہ اس میں عطف اسمِ ظاہر پر نہیں ہے بلکہ ضمیر مجرور پر ہے — تو پھر "صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَعَلٰی اٰلِہٖ وَسَلَّمَ" صحیح کیسے ہو گیا؟ — اور اگر یہ صحیح ہے تو پھر آپ کا وہ کلمۂ حصر "صرف" کہاں گیا؟ — آہ!

؎ لَیْسَ کُلُّ مَا یَتَمَنَّی الْمَرْءُ یُدْرِکُہٗ
تَجْرِی الرِّیَاحُ بِمَا لَا تَشْتَھِی السُّفُنُ

— کیا اسی برتے پر آپ "اہلحدیث" سے داد وصول کرتے نکلے ہیں اور اسی زعم میں آپ ان کے "مبلغ علم" کو چیلنج فرمایا کرتے ہیں — سبحان اللہ، آپ کی اس قواعد دانی سے تو امام سیبویہ کی روح بھی تڑپ کر رہ گئی ہو گی۔ کہ وہ شخص جس کے سہارے پر یہ سارا غل غپاڑہ مچایا جا رہا ہے، وہ ایسی جاہلانہ تعبیر سے ہی اظہارِ براءت کر دے گا — پھر اس قاعدے کو آپ مشہور بھی کہتے ہیں کہ "عربی زبان کا مشہور قاعدہ ہے" — جی ہاں قاعدہ تو مشہور ہے لیکن آپ لوگوں کے ساتھ مصیبت یہ سوار ہے کہ مشہورات تک عدمِ رسائی

ہی میں تو آپ لوگ مشہور ہیں۔

چونکہ اب یہ حضرات کئی مراحل سے گزر چکے ہیں اور کئی ٹھوکریں کھانے کے بعد یہ مشہور قاعدہ اب ان کی سمجھ میں آ گیا ہے، جیسا کہ اس شمارہ کے بعد والی اشاعت سے معلوم ہوتا ہے، اس لیے اب ہم اس قاعدہ کے بارے میں صحیح مذہب کی نشاندہی کرتے ہیں۔

"ضمیر مجرور پر اسمِ ظاہر کا عطف، حرفِ جر دہرائے بغیر جائز ہے یا نہیں؟" ——

چونکہ یہ قاعدہ علمِ نحو (عربی گرامر) سے متعلق ہے، اس لیے ہم بعض ان نحاۃ کے اقوال ذکر کرتے ہیں جن کے ہاں عطف مذکور مطلقاً جائز ہے۔

چنانچہ علمِ نحو کے مشہور و معروف عالم ابن ہشام مصری ضمیر مجرور پر عطف کے وقت حرفِ جر کے اعادے کے عدمِ وجوب کا فیصلہ دیتے ہوئے فرماتے ہیں:

"وَلَا يَجِبُ ذٰلِكَ خِلَافًا لِأَكْثَرِ الْبَصْرِيِّيْنَ"۔

(شرح شذور الذہب ص ۴۴۹)

یعنی عطف مذکور میں حرفِ جر کا دوبارہ لانا، جس کے بصری قائل ہیں، کوئی ضروری نہیں۔

اور شرح جامی میں ہے:

"وَهٰذَا الَّذِيْ ذَكَرْنَاهُ - أَعْنِيْ لُزُوْمَ إِعَادَةِ الْجَارِّ فِيْ حَالِ السَّعَةِ وَالْاِخْتِيَارِ — مَذْهَبُ الْبَصْرِيِّيْنَ، وَيَجُوْزُ تَرْكُهَا اضْطِرَارًا، وَأَجَازَ الْكُوْفِيُّوْنَ تَرْكَ الْإِعَادَةِ فِيْ حَالِ السَّعَةِ"

(ص ۱۹۶)

یعنی حرفِ جر کا دوبارہ لانا بصریوں کے نزدیک ضروری ہے۔ اگرچہ وہ بھی ضرورت کے وقت اسے لازم نہیں سمجھتے اور اس کے ترک کی اجازت دیتے ہیں۔ ان کے برعکس سب کوفی نحاۃ کے ہاں، ضمیر مجرور پر عطف کے وقت حرفِ جر کا دوبارہ لانا کسی صورت میں بھی ضروری نہیں ہے۔

کوفی نحاۃ نے اپنے موقف پر اشعار کے علاوہ قرآن کریم کی متعدد آیات سے بھی استدلال کیا ہے۔ بلکہ بعض بصری علماء نے بصریوں کے نظریہ کو خیرباد کہہ کر کوفی نحاۃ کا ساتھ دیا ہے۔ جیسا کہ عنقریب ذکر ہوگا۔

اس سے پہلے ابنِ مالک، جن کی عربی قواعد میں مایۂ ناز کتاب الفیہ (جو عربی نظم میں ہے) اسے سنئے:

ے وَعَوْدُ خَافِضٍ لَدٰى عَطْفٍ عَلٰى
ضَمِيرِ خَفْضٍ لَازِمًا قَدْ جُعِلَا
وَلَيْسَ عِنْدِي لَازِمًا إِذْ قَدْ أَتٰى
فِي النَّثْرِ وَالنَّظْمِ الصَّحِيحِ مُثْبَتًا

(صـ۸۹)

یعنی ضمیر مجرور پر عطف کے وقت حرفِ جر کا اعادہ خواہ مخواہ بصری نحاۃ کی طرف سے ضروری بتا دیا گیا ہے، مگر میں (ابنِ مالک) اس کو تسلیم کرنے کے لیے تیار نہیں کیونکہ یہ عطف حرفِ جر دہرائے بغیر صحیح و ثابت عربی کلام میں مستعمل ہے۔

متن متین صـ۱۸۵ پر ہے:

"هَلْ يَجُوزُ عَلَى الْمَخْفُوضِ سَعَةً، اَلْكُوفِيَّةُ نَعَمْ، وَتَبِعَهُمُ ابْنُ مَالِكٍ، وَالْبَصْرِيَّةُ لَا، إِلَّا بِإِعَادَةِ الْخَافِضِ"

جبکہ المساعد میں ہے:

"وَالصَّحِيحُ الْجَوَازُ مُطْلَقًا"

(۲/۴۷۰)

یعنی صحیح بات یہ ہے کہ یہ عطف ہر صورت جائز ہے۔ خواہ حرفِ جر دوبارہ لایا جائے یا نہ لایا جائے۔

ہم نے حرفِ جر کے اعادہ سے متعلق نحاۃ کے دونوں فریق کے اقوال نقل کئے ہیں، اس کے برعکس "طلوعِ اسلام" کا صرف ایک قول کو ظاہر کرنا، اور اکثریت کی رائے کو گول کر جانا، اگر یہی دیانتداری ہے، جس کا ڈھنڈورا وہ پیٹ رہا ہے، تو نہ جانے بددیانتی کسے کہتے ہیں؟ —— طوالت کے خوف سے ہم نے ان تمام نحاۃ کے سبھی اقوال نقل نہیں کئے، جن کے ہاں عطف مذکور میں حرفِ جر کا دہرانا ضروری نہیں۔ مذکورہ چند علماء کے اقوال نقل کرنے سے ادارہ طلوعِ اسلام کی خیانت سے پردہ کشائی مقصود ہے، جس

کا وہ ان لفظوں میں غلط پروپیگنڈہ کرتا ہے کہ :

"اس کے علاوہ انہوں (اہلحدیث) نے دو آیات کا حوالہ دیا ہے۔ جس کا کمزور سہارا شیعہ حضرات لیتے ہیں، حالانکہ ان میں اسمِ ظاہر کی بجائے "من" اسمِ موصول ہے۔ اور اُمتِ مسلمہ کے جمہور علماء اور قراء نے اسے بھی غلط قرار دیا ہے۔" (طلوعِ اسلام، مارچ ۷۶ء)

ان کا "جمہور علماء" کا دعویٰ تو ڈھکانے لگا، اب چونکہ انہوں نے قراءِ کرام کے اعتماد کا بھی سہارا لیا ہے، جس سے معلوم ہوتا ہے کہ ان لوگوں کے ہاں قراء کی قراءات کو بھی پذیرائی حاصل ہے۔ لہٰذا اس دعوے کی حقیقت کا پول بھی ہم کھولے دیتے ہیں:

بعض قراءِ کرام کی متواتر قراءات سے بھی اس بات کی تائید ہوتی ہے کہ ضمیر مجرور پر اسمِ ظاہر کا عطف، حرفِ جر دہرائے بغیر جائز ہے۔ چنانچہ سورۃ النساء کی آیت کریمہ "وَاتَّقُوا اللّٰهَ الَّذِیْ تَسَآءَلُوْنَ بِهٖ وَالْاَرْحَامَ" میں "اَلْاَرْحَام" کو جس طرح بعض قراء نے نصب کے ساتھ پڑھا ہے، اسی طرح ان قراء میں سے حمزہ قاری نے اسے جر کے ساتھ رسولِ کریم صلی اللہ علیہ وسلم سے تواتر کے ساتھ نقل کیا ہے۔

بلکہ تفسیر روح المعانی میں ہے:

"وَمَعَ هٰذَا لَمْ يَقْرَأْ بِذٰلِكَ وَحْدَهٗ بَلْ قَرَأَ بِهٖ جَمَاعَةٌ مِّنْ غَيْرِ السَّبْعَةِ كَابْنِ مَسْعُوْدٍ وَابْنِ عَبَّاسٍ وَاِبْرَاهِيْمَ النَّخْعِيِّ وَالْحَسَنِ الْبَصْرِيِّ وَقَتَادَةَ وَمُجَاهِدٍ وَغَيْرِهِمْ" (۱۸۴/۴)

یعنی "حمزہ کے علاوہ حضرت عبد اللہ بن مسعودؓ، عبد اللہ بن عباسؓ، ابراہیم نخعیؒ، حسن بصریؒ، قتادہؒ اور مجاہدؒ وغیرہ نے بھی اس آیت میں "الارحام" کا عطف ضمیر مجرور پر حرفِ جر دہرائے بغیر ڈال کر زیر کے ساتھ ہی پڑھا ہے۔"

قراءِ کرام کی قراءات کا موضوع الگ مستقل حیثیت کا حامل ہے۔ مگر یہاں یہ بات ذہن نشین ہو جانی چاہیئے کہ قراء کی قراءات کا دارومدار نحوی قواعد یا فقہی مسائل کی طرح اجتہاد اور قیاس واستنباط پر نہیں ہوتا، بلکہ قراءاتِ قرآن صرف رسولِ اکرم صلی اللہ

علیہ وسلم سے سماع پر موقوف ہیں۔ لہٰذا امام قرطبی، قشیری سے نقل کرتے ہوئے فرماتے ہیں:

"اَلْقِرَاءَاتُ الَّتِیْ قَرَءَ بِهَا اَئِمَّةُ الْقُرَّاءِ ثَبَتَتْ عَنِ النَّبِیِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ تَوَاتُرًا يَعْرِفُهُ اَهْلُ الصَّنْعَةِ وَاِذَا ثَبَتَ شَيْءٌ عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَمَنْ رَدَّ ذٰلِكَ فَقَدْ رَدَّ عَلَى النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَاسْتَقْبَحَ مَا قَرَأَ بِهٖ"

(الجامع لاحکام القرآن جلد سوم صہ ۱۵۰۲)

یعنی قرآنِ کریم کے قاریوں کی قراءات نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم تواتر کے ساتھ ثابت ہوتی ہیں، جسے فنِ قراءت کے علماء بخوبی جانتے ہیں ——— کسی قراءت کو نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم سے صحت کے ساتھ ثابت ہو جانے کے بعد رد کرنے والا، نبی کریم علیہ الصلوٰۃ والسلام پر اعتراض کا مرتکب ہوتا ہے، اور اس چیز کو محض غلطی سے تعبیر کرتا ہے جس کو رسولِ کریمؐ نے شرفِ قراءت بخشا ہے۔

مزید فرمایا ہے:

"وَهٰذَا مَقَامٌ مَحْذُوْرٌ۔ وَلَا يُقَلِّدُ فِيْهِ اَئِمَّةُ اللُّغَةِ وَالنَّحْوِ، فَاِنَّ الْعَرَبِيَّةَ تُتَلَقّٰى مِنَ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَلَا يَشُكُّ اَحَدٌ فِيْ فَصَاحَتِهٖ"

(مرجع سابق)

یعنی قراء کی قراءات کا مقام بڑا نازک ہے، جس میں اہلِ لغت اور نحویوں کی تقلید کی گنجائش نہیں، کیونکہ رسولِ کریم علیہ الصلوٰۃ والسلام، عربی زبان کے معلم بھی ہیں، اور آپؐ کی فصاحت و بلاغت میں کسی قسم کا شک و شبہ نہیں کیا جا سکتا۔

مگر بایں ہمہ کچھ لوگ بعض مسلّمات کو اپنی بے جا تنقید کا نشانہ بنا لیتے ہیں، حتّٰی کہ قرآنِ کریم جیسی آسمانی کتاب کے مقدس کلمات کو بھی، رسولِ اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی حدیث چھوڑ کر اپنی ذہنی غلاظت سے ملوث کرنے کی ناپاک جسارت کرتے ہیں، اسی طرح

قاری حمزہ بن حبیب کی "الارحام" میں میم کی جر کے ساتھ قراءت کو بھی موردِ طعن و تشنیع بنا لیا گیا، لیکن حق بات کو موہوم اعتراضات کے ذریعے سے کمزور نہیں بنایا جا سکتا، لہٰذا ہم چاہتے ہیں کہ علماء کرام اور مفسرینِ عظام کے اقوال کے تعاون سے حمزہ کی اس قراءت پر کیے گئے اعتراضات کو زائل کر دیا جائے، تاکہ ضمیر مجرور پر، حرفِ جر دہرائے بغیر عطف ڈالنا درست ثابت ہو سکے۔

قراء کرام میں سے حمزہ قاری وغیرہ کے "الارحام" کو جر کے ساتھ قراءت کرنے سے متعلق جو اشکالات وارد کیے گئے ہیں، ان کا خلاصہ حسب ذیل ہے:

۱۔ کہا گیا ہے کہ یہ قراءت عربی گرامر کے خلاف ہے، کیونکہ "الارحام" کو جر کے ساتھ پڑھا جائے تو اس کا عطف "بہ" کی ضمیر مجرور پر ہوگا، اور اسم ظاہر کا عطف جب ضمیر مجرور پر ہو تو حرفِ جر کا اعادہ ہونا چاہیئے، اور یہاں چونکہ حرفِ جر دوبارہ نہیں لایا گیا، اس لیے "الارحام" کو جر کے ساتھ پڑھنا عربی قاعدے کے خلاف ہے۔

۲۔ دوسرا اعتراض یہ کیا جاتا ہے کہ حمزہ بن حبیب کی قراءت اُن شرعی دلائل کے خلاف ہے جن میں غیر اللہ کی قسم اٹھانے سے روکا گیا ہے۔

جہاں تک اول الذکر اعتراض کا تعلق ہے، تو اس کی تردید ان نحاۃ کے اقوال کے اندراج کے وقت ہو چکی ہے، جو حرفِ جر دہرائے بغیر اس عطف کے جواز کے قائل ہیں، لہٰذا اس قراءت کا عربی گرامر کے ساتھ مخالفت کا دعوٰی باطل ہے۔ کیونکہ حمزہ وغیرہ نے اس کو نبی کریم علیہ الصلوٰۃ والسلام سے صحت کے ساتھ نقل کیا ہے۔ اور نبی کریم علیہ السلام نے اسے اللہ تعالیٰ سے اخذ فرمایا ہے، تو اللہ سبحانہٗ وتعالیٰ کے بیان کردہ کلمات میں شک و شبہ کرنے والے سخت غلطی پر ہیں۔

مفسر ابُوحیان نے ضمیر مجرور پر، حرفِ جر دہرائے بغیر عطف کو جائز قرار دیا ہے، کیونکہ تمام کوفی علماء کے علاوہ یونس، اخفش اور ابُو علی بھی اس کے قائل ہیں۔

پھر حمزہ جیسے ثقہ عالم سے اس قراءت کا ثابت ہو جانا ہی اس کی صحت کے لیے کافی ہے۔ اور اگر بصری نحاۃ اس عطف کی ممانعت کے قائل ہیں، تو یہ ان کی کمزوری ہے، سید محمد رشید رضا فرماتے ہیں:

"وَاِنَّ الْمُنْكِرِيْنَ عَلٰى حَمْزَةَ جَاهِلُوْنَ بِاللُّغَةِ اِعَاتِ

وَرِوَايَاتِهَا ، مُتَعَصِّبُوْنَ لِمَذْهَبِ الْبَصْرِيِّيْنَ مِنَ النُّحَاةِ ، وَالْكُوْفِيُّوْنَ يَرَوْنَ مِثْلَ هٰذَا الْعَطْفِ مَقِيْسًا ، وَرَجَّحَ مَذْهَبَهُمْ هٰذَا بَعْضُ اَئِمَّةِ الْبَصْرِيِّيْنَ ، وَاَطَالَ بَعْضُ الْعُلَمَآءِ فِي الْاِنْتِصَارِ لَهٗ ۔" (تفسیر "المنار" ۴/۳۲۳)

یعنی جو لوگ حمزہ کی "الارحام" میں جر کی قراءت کو اپنے انکار کا نشانہ بناتے ہیں وہ فن قراءت سے ناواقف ہیں۔ اور بصری نحاۃ کی حمایت کی بنا پر ایسے فن میں دخل اندازی کرتے ہیں جو کہ ان کے تخصص سے خارج ہے، حالانکہ سب کوفی نحاۃ اس عطف کو قیاس کے موافق کہتے ہیں، حتیٰ کہ بعض بصری علماء کی انہیں تائید بھی حاصل ہے۔

ناانصافی ہوگی، اگر ہم تفسیر کی اس کتاب کا فیصلہ نقل نہ کریں جس کو ان لوگوں کی طرف سے بھی ماضی قریب میں سب تفسیر کی کتابوں سے زیادہ معتبر ہونے کی سند فراہم ہو چکی ہے، تاکہ معلوم ہو سکے کہ اسے یہ سند دل کی گہرائیوں سے دی گئی ہے یا کہ صرف اپنا مقصد نکالنے کے لیے؟ چنانچہ عقلیات کے امام رازی قراءتِ حمزہ پر کیے جانے والے اعتراضات کو بیت العنکبوت سے بھی کمزور بتاتے ہوئے رقمطراز ہیں:

"وَاعْلَمْ اَنَّ هٰذِهِ الْوُجُوْهَ لَيْسَتْ وُجُوْهًا قَوِيَّةً فِيْ دَفْعِ الرِّوَايَاتِ الْوَارِدَةِ فِي اللُّغَاتِ ، وَذٰلِكَ لِاَنَّ حَمْزَةَ اَحَدُ الْقُرَّآءِ السَّبْعَةِ ، وَالظَّاهِرُ اَنَّهٗ لَمْ يَاْتِ بِهٰذِهِ الْقِرَآءَةِ مِنْ عِنْدِ نَفْسِهٖ ، بَلْ رَوَاهَا عَنْ رَّسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَذٰلِكَ يُوْجِبُ الْقَطْعَ بِصِحَّةِ هٰذِهِ اللُّغَةِ ، وَالْقِيَاسُ يَتَضَاءَلُ عِنْدَ السَّمَاعِ ، لَاسِيَّمَا بِمِثْلِ هٰذِهِ الْاَقْيِسَةِ الَّتِيْ هِيَ اَوْهَنُ مِنْ بَيْتِ الْعَنْكَبُوْتِ ۔" (تفسیر کبیر ۹/۱۶۳)

یعنی اس قسم کے اعتراضات جو کہ امام حمزہ کی اس قراءت پر کئے گئے ہیں، یہ صحیح اسانید سے ثابت شدہ چیز کے مقابلہ میں کوئی وزن نہیں رکھتے،

حالانکہ امام حمزہ، قراءاتِ قرآن کے سات قراء میں سے ایک ہیں، اور ان کے پیشِ نظر اس قراءت کو اپنی طرف سے گھڑ لینے میں کوئی ذاتی مقاد بھی نہیں، بلکہ انہوں نے نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم سے روایت فرمایا ہے۔ لہٰذا اس کی صحت پر یقین رکھنا واجب ہے۔ اور عقلی اشکالات، نقلی دلائل کے مقابلہ میں ناپائیدار ہیں۔ خصوصاً ایسے اعتراضات جو بیتِ عنکبوت سے بھی زیادہ بودے اور کمزور ہیں۔

مزید فرماتے ہیں کہ حیرت ہے ان لوگوں پر جو سلف میں سے حمزہ اور مجاہد جیسے علمِ قرآن کے ماہروں کو چھوڑ کر لغتِ عربی کے مسائل میں ان کے خلاف، نحاۃ سے استدلال کرتے ہیں۔

یاد رہے یہ وہ حمزہ بن حبیبؒ قاری ہیں، جو ۸۰ھ میں پیدا ہوئے، اور بعض صحابہ کرامؓ کا زمانہ بھی انہوں نے پایا ہے، امام ابو حنیفہؒ ان کے متعلق فرمایا کرتے تھے کہ " حمزہ، قراءات اور وراثت کے علم میں دوسروں پر فوقیت رکھتے ہیں۔"

قراءتِ حمزہ کو زیرِ بحث لانے سے مقصود یہ ہے کہ ضمیر مجرور پر اسمِ ظاہر کا عطف، حرفِ جر دہرائے بغیر جائز ہے، کیونکہ حمزہ اور اس کے ساتھی علماء کی " الأرحامِ " میں جر کے ساتھ قراءت کی صورت میں اس کا عطف لامحالہ " بہٖ " میں ضمیر مجرور پر ہے، اور حرفِ جر دوبارہ نہیں لایا گیا۔

ہاں " الارحام " کو نصب کے ساتھ پڑھنا بھی دیگر قراءکرام کی قراءت ہے، اس صورت میں اس کے معطوف علیہ کے تعین میں دو قول ہیں۔ ایک یہ کہ اس کا عطف نصب کی حالت میں " وَاتَّقُوا اللّٰهَ " میں لفظِ جلالت پر ہے، لہٰذا اس صورت میں تقدیرِ عبارت یوں ہوگی۔ یعنی اِتَّقُوْا قَطْعَ الْأَرْحَامِ " یا اِتَّقُوْا قَطْعَ مَوَدَّةِ الْأَرْحَامِ " ورنہ اس صورت میں معنیٰ درست نہیں ہو سکے گا۔

اور دوسرا قول یہ ہے کہ نصب کی صورت میں اس کا عطف " بہٖ " کی ضمیر مجرور پر محلاً ہے۔ یعنی " الارحام " میں جر کی حالت میں اس کا عطف " بہٖ " میں ضمیر مجرور پر لفظاً ہے، اور نصب کی حالت میں اس کا عطف اسی ضمیر پر محلاً ہے۔ چونکہ یہ ضمیر محلاً منصوب ہے۔ اس لیے " الارحام " بھی منصوب ہوگا۔ جیسا کہ بعض مفسرین نے اس کی وضاحت کی ہے۔

ان دونوں اقوال میں سے دوسرا قول ہمارے نزدیک راجح اور مقدم ہے۔ کیونکہ لفظِ جلالت پر عطف کی صورت میں محذوف ماننے کی ضرورت پڑتی ہے۔ جبکہ "بہ" کی ضمیر مجرور پر محلاً عطف ڈالنا، اس تقدیر کا محتاج نہیں ہے۔ اور تقدیرِ عبارت سے عدمِ تقدیر افضل ہے۔ خصوصاً قرآنِ کریم جیسی اعلیٰ کتاب میں اس عدمِ تقدیر کی صورت کو ہی اختیار کرنا چاہیئے، جس کا نتیجہ یہ ہوا کہ "الارحام" خواہ منصوب ہو یا مجرور، دونوں صورتوں میں اس اسمِ ظاہر کا "بہ" کی ضمیر پر، حرفِ جر دہرائے بغیر عطف ہے۔ مگر جر کی صورت میں ضمیر مجرور پر عطف لفظاً، اور نصب کی حالت میں اس کے محل پر ہے۔ جس سے ثابت ہوا کہ اسمِ ظاہر کے ضمیر مجرور پر عطف کے وقت، حرفِ جر کا دوبارہ لانا کوئی ضروری نہیں ہے۔

اور قرآنِ کریم کی دیگر متعدد آیات سے اس کی تائید موجود ہے، جیسا کہ اللہ تعالیٰ کے فرمان "وَكُفْرٌۢ بِهٖ وَالْمَسْجِدِ الْحَرَامِ" میں ہے، اور "وَجَعَلْنَا لَكُمْ فِيْهَا مَعَايِشَ وَمَنْ لَّسْتُمْ لَهٗ بِرٰزِقِيْنَ" میں "مَنْ" اسم موصول کا "لَكُمْ" کی ضمیر مجرور پر عطف ہے، اور اسی طرح "قُلِ اللّٰهُ يُفْتِيْكُمْ فِيْهِنَّ وَمَا يُتْلٰى عَلَيْكُمْ" میں "مَا" موصول کا "فِيْهِنَّ" کی ضمیر مجرور پر، حرفِ جر دوبارہ لائے بغیر، عطف ہے۔

"طلوعِ اسلام" کا اس مقام پر اس طرح بات کو ٹال دینا کافی نہیں ہے کہ ان میں اسمِ ظاہر کی بجائے "مَنْ" اسمِ موصول ہے، کیونکہ اسمِ موصول دوسرے اسماء کے ساتھ عطف میں مساوی ہے جیسا کہ وہ باقی اسماء کی طرح فاعل و مفعول، مبتداء، خبر اور مضاف الیہ واقع ہوتا ہے، ہمارے خیال میں ان کے اس مغالطہ کی وجہ یہ ہے کہ نحاۃ نے اسماء موصولات کو مبہمات سے تعبیر کیا ہے، اور ان کے مبہمات ہونے کا مطلب یہ ہے کہ اسماء موصولات ہر چیز کے لیے استعمال ہو سکتے ہیں، حتیٰ کہ جمادات کے لیے بھی۔ اس لیے انہیں مبہمات کہہ دیا جاتا ہے، وگرنہ یہ اسماء ظاہرہ سے خارج نہیں ہیں۔

مذکورہ آیات میں بھی سورۃ النساء کی آیت کی طرح تفصیلی گفتگو کی گنجائش ہے، مگر ہم اس سے فی الحال صرفِ نظر کرتے ہیں، لیکن اس بات کا ذکر کر دینا ضروری ہے کہ اگر بعض علماء نے ان آیات میں ضمیر مجرور پر عطف کی بجائے کوئی دوسرا قول اختیار بھی کیا ہے، تو اس کا یہ مطلب ہرگز نہیں کہ ضمیر مجرور پر عطف کا قول غلط ہے۔ بلکہ یہ قول بھی اپنے مقام پر صحیح ہے، کیونکہ دونوں کے نقل کرنے والے علماء اور قراء ہی ہیں، لہٰذا ان میں سے ایک قول کو اختیار کر کے دوسرے کا سرے سے انکار کر دینا، اور اس کے قائلین کو طعن و تشنیع کرنے پر اتر آنا علمی خیانت کے مترادف ہے، یا جہالت کی غمازی کرتا ہے۔ (جاری ہے)